

”مقامِ خلافت“ کی تہذیبی، سیاسی اور ادبی اہمیت

Abstract: *Maqaam-e-Khilafat* by Sir Sheikh Abdul Qadir is an important Urdu travelogue that presents a detailed account of Istanbul and the Ottoman Caliphate from historical, political, social, religious, and cultural perspectives. The author does not describe Turkey merely as a geographical country but as the spiritual and political center of the Muslim world. Through his journey, he highlights the significance of the Ottoman Caliphate as a symbol of Muslim unity, leadership, and civilization. He vividly portrays important landmarks such as Hagia Sophia (Ayasofya), Yildiz Palace, and Bab-i Ali, explaining their historical and symbolic importance in the preservation of Islamic heritage. The travelogue reflects the author's keen observations of Turkish society, education, governance, journalism, and public life. Sir Sheikh Abdul Qadir critically examines the political challenges faced by the Ottoman Empire, including European interference, internal weaknesses, and the gradual decline of the Caliphate. He emphasizes that the Caliphate was not merely a political institution but a source of spiritual strength and collective identity for Muslims across the world. The author combines factual information with deep emotional attachment to Islamic history and culture. His writing style is rich, descriptive, analytical, and symbolic, making the travelogue both informative and thought-provoking. The mention of revered personalities such as Hazrat Abu Ayyub Ansari (RA) further strengthens the spiritual dimension of the narrative. Through historical reflection and personal observation, the author encourages readers to understand the importance of unity, cultural awareness, and intellectual

revival within the Muslim Ummah. Overall, *Maqaam-e-Khilafat* is not only a travel narrative but also a valuable historical and ideological document that preserves the memory of the Ottoman legacy and inspires readers to reflect upon the past, present, and future of the Muslim world.

کلیدی الفاظ: سر شیخ عبدالقادر، مقامِ خلافت، استنبول، آیا صوفیہ، مسلم اتحاد، خلافتِ عثمانیہ، اسلامی تہذیب، عثمانی ورثہ، اُردو سفر نامہ۔

اُردو ادب میں سفر نامہ ایک اہم صنف کی حیثیت رکھتا ہے، جو نہ صرف جغرافیائی، تاریخی اور تہذیبی معلومات فراہم کرتا ہے بلکہ اس کے ذریعے مصنف کے مشاہدات، خیالات اور تجربات کا عکاس بھی ہوتا ہے۔^(۱) ترکی ایک ایسا ملک ہے جو اسلامی تاریخ، خلافتِ عثمانیہ اور مشرق و مغرب کی تہذیبوں کے سنگم کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسی وجہ سے برصغیر کے اہل قلم نے ترکی کو اپنے سفر ناموں کا موضوع بنایا۔ ان سفر ناموں میں تاریخ، مذہب، سیاست، معاشرت، تعلیم، فن و ثقافت اور مغربی اثرات جیسے پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا ہے۔ ”مقامِ خلافت“ ایک ایسا سفر نامہ ہے جو ترکی کو صرف ایک جغرافیائی واحد کے طور پر نہیں، بلکہ ایک تہذیبی اور روحانی ورثے کے طور پر پیش کرتا ہے۔ اس کی ادبی بلاغت، تاریخی گہرائی اور فلسفیانہ انداز سے منفرد بناتے ہیں۔^(۲) مصنف نے علامت نگاری کا نہایت موثر استعمال کیا ہے۔ استنبول کو وہ ”امتِ مسلمہ کے دل“ کے طور پر پیش کرتے ہیں، جو کبھی خلافت کا پایہ تخت تھا اور اب بھی روحانی مرکزیت کا حامل ہے۔

سر شیخ عبدالقادر کا مشاہداتی انداز روایتی سفر نامہ نگاروں سے بہت مختلف ہے۔ جہاں عام سیاح صرف بیرونی مناظر، بازاروں کی رونق یا کھانوں کے ذائقے بیان کرتے نظر آتے ہیں، وہاں مصنف نے سفر کی سطحی تفصیلات کو جان بوجھ کر نظر انداز کیا ہے۔ انہوں نے صرف ان مشاہدات کو قلم بند کیا جو معتبر اور باخبر راہنماؤں کی معیت میں حاصل ہوئے۔ ان کا قیام اگرچہ صرف سات ہفتوں پر مشتمل تھا، مگر ان کی گہری نظر نے استنبول کے ہر اہم مقام کو ایک وسیع تر معنوی تناظر میں دیکھا۔

وہ استنبول کو محض ایک شہر نہیں بلکہ ”امتِ مسلمہ کے دل“ قرار دیتے ہیں جو کبھی خلافت کا پایہ تخت تھا اور اب بھی روحانی مرکزیت رکھتا ہے۔ آیا صوفیہ ان کے لیے ایک سادہ تاریخی عمارت نہیں بلکہ ”تاریخ و دین کے تسلسل“ کی زندہ علامت ہے، جہاں ماضی کی اسلامی شان اور موجودہ حال کی یادوں کا امتزاج نظر آتا ہے۔ اسی طرح

انہیں قصر یلدیز، مرکز اقتدار اور خلافت کے تحفظ کا استعارہ لگتا ہے۔ قصر یلدیز، باب عالی اور آیا صوفیہ جیسے مقامات کو بیان کرتے ہوئے مصنف نے انہیں صرف جگہوں کے طور پر نہیں بلکہ خلافت کے عملی، انتظامی اور روحانی ستونوں کے طور پر پیش کیا ہے۔ مصنف استنبول کی گلیوں، مساجد، تعلیمی اداروں، حکومتی مراکز اور عوامی زندگی کا مشاہدہ اس باریک بینی سے کرتے ہیں کہ قاری کو ترک معاشرے کی ایک جامع تصویر دکھائی دیتی ہے۔ ان کے مشاہدات میں خارجی دنیا کے ساتھ داخلی احساسات بھی شامل رہتے ہیں۔ جہاں وہ عثمانی سلطنت کی ظاہری عظمت کا ذکر کرتے ہیں وہاں اس کے زوال کے آثار اور سیاسی کمزوریوں کو بھی نظر انداز نہیں کرتے۔ اس انداز مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف صرف دیکھنے والا نہیں بلکہ سمجھنے اور تجزیہ کرنے والا مشاہد بھی ہے۔^(۳)

ان کا مشاہدہ علامتی اور فکری نوعیت کا ہے۔ ہر منظر، ہر عمارت اور ہر ملاقات ان کے قلم میں ایک وسیع تر تاریخی، دینی اور تہذیبی پیغام بن کر ابھرتی ہے۔ یہ انداز قاری کو صرف دیکھنے نہیں بلکہ سوچنے اور غور کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ سفر نامے میں استنبول کی معاشرتی زندگی کو بھی تفصیل سے پیش کیا گیا ہے۔ مصنف نے شہر کے بازاروں، چشموں اور عوامی مقامات کے ذریعے عثمانی معاشرے کی روزمرہ زندگی کو دکھایا ہے۔ خاص طور پر، بازار مسقف کی تفصیلات اور وہاں کے تجارتی روایات کو بیان کرنا اس سفر نامے کا اہم حصہ ہے۔ ”مقام خلافت“ اسی ادبی وحدت کی کامیاب مثال ہے، جہاں مشاہدہ محض منظر کشی نہیں بلکہ شعور کی بیداری کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ یہ سفر نامہ ایک عام سیاحت نامہ سے بلند ہو کر ایک فکری دستاویز کا درجہ حاصل کر لیتا ہے۔ شیخ عبدالقادر کا یہ سفر نامہ محض مشاہدات کا مجموعہ نہیں، بلکہ علمی، ادبی اور تخلیقی حسن کا ایک عمدہ نمونہ ہے۔ ”مقام خلافت“ کا ایک اہم پہلو اس کی موضوعاتی وحدت اور تسلسل ہے۔ ہر مقام، ہر تجربہ اور ہر مشاہدہ ایک ہی مرکزی خیال، خلافت اور مسلم تہذیب کی بازیافت، سے جڑا ہوا ہے۔ اس کے برعکس بیش تر اردو سفر نامے موضوعاتی تنوع کے باعث کبھی کبھار بکھر جاتے ہیں۔ عام سفر ناموں میں مصنف کی ذات مرکزی ہوتی ہے، اس کے تجربے، جذبات اور رائے لیکن ”مقام خلافت“ میں مصنف کی ذات محض ایک وسیلہ ہے، اصل مرکز امت مسلمہ کا اجتماعی شعور، اس کا زوال اور اس کی بازیافت کی امید ہے۔ یہ انفرادیت اسے فکری ادب کی سطح پر لے جاتی ہے۔ سر عبدالقادر صاحب استنبول کو ”کلید عالم“ قرار دیتے ہیں۔ یعنی خلافت کا مرکز جغرافیائی لحاظ سے بھی یورپ اور ایشیا کے درمیان ایک ایسا مقام ہے جہاں سے عالمی سیاست پر اثر انداز ہونا ممکن تھا۔ یہ بات بتاتی ہے کہ مقام خلافت صرف دینی یا تہذیبی نہیں بلکہ سٹریٹجک اہمیت بھی رکھتا ہے۔^(۴)

سفر نامہ اردو ادب کی ایک اہم صنف ہے جس میں مشاہدہ، تجربہ، احساس اور تجزیہ یک جا ہو کر قاری کے سامنے ایک نئی دنیا کھول دیتے ہیں۔ عام طور پر اردو کے سفر نامے کسی غیر ملک، نئی تہذیب یا کسی دل چسپ مقام کی تصویر کشی پر مشتمل ہوتے ہیں۔ ان میں مصنف اپنی ذاتی دل چسپیوں، مناظرِ قدرت، کھانوں، لوگوں، زبانوں اور ثقافتوں پر توجہ مرکوز کرتا ہے مگر مقامِ خلافت ایسا سفر نامہ ہے جو صرف مشاہدہ یا تفریح نہیں، بلکہ ایک دینی، سیاسی اور تاریخی بیانیہ بھی ہے۔ عام سفر نامہ آیا صوفیہ کو ایک قدیم عمارت، فنِ تعمیر اور موزائک کا عجوبہ قرار دیتا ہے۔ مقامِ خلافت میں آیا صوفیہ ایمان کا استعارہ ہے، جہاں اللہ کا ذکر، خلفائے راشدین کے نام اور امام کی تلوار سب خلافت کی دینی علامت بنتے ہیں۔ مقامِ خلافت میں قصرِ یلدیز، بابِ عالی اور دیگر حکومتی اداروں کا تعارف کسی سرکاری رپورٹ کی طرح نہیں بلکہ اس مقصد سے ہے کہ خلافت ایک مکمل نظام ہے انتظامیہ، فوج، عدلیہ، تعلیم، فن، حتیٰ کہ صنعت (چینی کے برتنوں کا کارخانہ) تک۔ عام سفر نامے میں ادارے بس سطحی ذکر تک محدود رہتے ہیں، کتاب میں روس، چین، ہندوستان اور دیگر اسلامی ممالک کے مسلمانوں کا ذکر کیا گیا ہے جو استنبول کو مرکزِ خلافت مانتے ہیں۔^(۵)

”مقامِ خلافت“ کی سب سے نمایاں خصوصیت اس کا سیاسی شعور ہے۔ اردو کے بیشتر سفر ناموں میں سیاسی حالات کا ذکر ضمنی حیثیت رکھتا ہے لیکن اس سفر نامے میں سیاسی فکر بنیادی عنصر کے طور پر سامنے آتی ہے۔ سر شیخ عبدالقادر نے سلطنتِ عثمانیہ کے سیاسی ڈھانچے، خلافت کی مرکزیت، یورپی طاقتوں کے رویوں اور عالمِ اسلام کے مسائل کو نہایت بصیرت کے ساتھ پیش کیا ہے۔ خلافتِ عثمانیہ کو محض ایک سیاسی ادارہ نہیں بلکہ ایک دینی و ایمانی فریضہ سمجھتے تھے اور اس کی حفاظت کو اپنے عقیدے کا حصہ گردانتے تھے۔ ان کے نزدیک خلافت محض ایک طرزِ حکومت نہیں بلکہ امتِ مسلمہ کی وحدت، بقا اور روحانی مرکزیت کی علامت تھی۔ یہی عقیدہ ان کے جذبات اور افعال میں شدت کا باعث بنتا رہا۔ اس تصور کی تقویت کے لیے مصنف نے نہایت حکمت و بصیرت کے ساتھ یورپی مورخین جیسے ہارٹھ اور مرے کی شہادتوں کو پیش کیا ہے، جو اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں کہ خلافت ایک ناقابلِ نظر انداز عالمی قوت تھی۔ ان شہادتوں کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ خلافت کی مخالفت محض داخلی اختلاف یا نظریاتی تنقید نہ تھی بلکہ ایک منظم، مربوط اور باقاعدہ یورپی پالیسی کا حصہ تھی، جو عالمِ اسلام کے سیاسی مرکز کو کمزور کرنے کے لیے وضع کی گئی تھی۔ اس مخالفت میں تعصب، خوف اور استعماری عزائم کی جھلک نمایاں تھی، جسے مقامِ خلافت کی تحریر نہایت باریکی سے بے نقاب کرتی ہے۔

مصنف ایسے دور میں استنبول پہنچے جب عثمانی سلطنت اندرونی اور بیرونی دباؤ کا شکار تھی۔ ایک طرف یورپی طاقتیں عثمانی اقتدار کو کمزور کرنے کی کوشش کر رہی تھیں اور دوسری جانب سلطنت کو داخلی سیاسی مسائل کا

سامنا تھا۔ مصنف نے ان حالات کو جذباتی انداز میں نہیں بلکہ ایک باشعور مبصر کی حیثیت سے بیان کیا ہے۔ وہ عثمانی حکومت کے انتظامی ڈھانچے، حکمران طبقے اور عوامی رجحانات کا جائزہ لیتے ہوئے اس حقیقت کی نشان دہی کرتے ہیں کہ خلافت محض ایک سیاسی ادارہ نہیں بلکہ مسلم دنیا کی وحدت کی علامت بھی تھی۔ ”مقام خلافت“ میں سیاسی شعور نہایت واضح ہے۔ مصنف خلافتِ عثمانیہ کے زوال، یورپ کی سازشوں، عرب بغاوت اور لارنس آف عربیہ جیسے موضوعات پر کھل کر لکھتے ہیں۔ وہ ترک سلطنت کو ”مرد بیمار“ کہنے والی مغربی اصطلاح کو رد کرتے ہوئے ترکی کی احیائے نو کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔^(۶) ”مقام خلافت“ میں سلطنتِ عثمانیہ کے سیاسی نظام، خلافت کی مرکزیت اور عالم اسلام میں اس کے کردار کو نمایاں کیا گیا ہے۔ مصنف نے یورپی طاقتوں کی سیاسی حکمتِ عملی، عثمانی سلطنت کو درپیش چیلنجز اور خلافت کے زوال کے اسباب کا تجزیاتی جائزہ پیش کیا ہے۔ اس اعتبار سے یہ سفر نامہ محض سفری روداد نہیں بلکہ ایک اہم سیاسی دستاویز بھی ہے جو اپنے عہد کے سیاسی حالات کی عکاسی کرتی ہے۔

سماجی طور پر وہ ترک اخبارات، زبانوں کے تنوع، صحافت کے معیار، تعلیم، مذہبی طبقات اور معاشرتی زندگی کا تجزیہ پیش کرتے ہیں۔ ایرانیوں کی حب الوطنی، عام ترک عوام کی محبت اور سلطان عبدالحمید کے دور کے سیاسی پہلوؤں پر ان کی بصیرت بھری رائے ملتی ہے۔ مصنف جہاں خلافتِ عثمانیہ کی سیاسی اور تاریخی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہیں، وہیں وہ اس نظام کو ایک روحانی و تہذیبی علامت کے طور پر بھی دیکھتے ہیں۔ ان کی تحریر میں خلافت محض ایک حکومتی ادارہ نہیں بلکہ امتِ مسلمہ کے اتحاد، ثقافتی شناخت اور فکری تسلسل کی علامت کے طور پر جلوہ گر ہوتی ہے۔ سفر نامہ نگاری میں معلومات کا درست، مربوط اور با معنی انداز میں امتزاج ایک اہم ادبی اور تحقیقی خوبی سمجھی جاتی ہے۔ ”مقام خلافت“ اس اعتبار سے ایک غیر معمولی نمونہ ہے جہاں مصنف نے ترکی کی جغرافیائی، تاریخی، تہذیبی، سیاسی اور دینی معلومات کو نہایت سلیقے سے اپنے بیانیے کا حصہ بنایا ہے۔ وہ محض سیاح کی طرح حقائق اکٹھے نہیں کرتے بلکہ ان میں فکری، تنقیدی اور تہذیبی معنویت شامل کرتے ہیں۔ ہر سنجیدہ ادب پارہ اپنے اندر ایک فکری پیغام رکھتا ہے، جو قاری کو محض کسی مقام یا واقعہ کی خبر نہیں دیتا بلکہ ایک سوچ، ایک سوال اور ایک امکان عطا کرتا ہے۔ ”مقام خلافت“ بھی صرف ترکی کے سفر کا بیان نہیں بلکہ ایک فکری اور تہذیبی صحیفہ ہے، جو امتِ مسلمہ کی تاریخ، موجودہ صورتِ حال اور ممکنہ مستقبل پر ایک گہری نظر ڈالتا ہے۔ سفر نامے کا بنیادی پیغام خلافتِ عثمانیہ کے زوال پر افسوس اور اس کے احیاء کی آرزو ہے۔ یہ خواب صرف سیاسی نہیں بلکہ تہذیبی، روحانی اور فکری سطح پر ہے۔ مصنف اس پیغام کو صرف ترکی کے تناظر میں محدود نہیں کرتے بلکہ اسے پوری مسلم دنیا کا مسئلہ قرار دیتے ہیں۔^(۷)

یہ پیغام آج کی اس دنیا میں جہاں مسلم اقوام تقسیم، خلفشار اور فکری بحران کا شکار ہیں، ایک نئی معنویت اختیار کر لیتا ہے۔ خلافت کا تصور یہاں طاقت کا نہیں، وحدت، قیادت، اور روحانیت کا علامت بنتا ہے۔ مصنف نہ تو جدیدیت کے سراسر مخالف ہیں اور نہ ہی اس کے اندھے مقلد۔ وہ جدید سائنس، ٹیکنالوجی اور ترقی کے مثبت پہلوؤں کو سراہتے ہیں لیکن ساتھ ہی اس پر تنقید کرتے ہیں جہاں یہ انسان کو مادہ پرست، خود غرض اور بے روح بناتی ہے۔ ان کا پیغام توازن کا ہے ایسا توازن جہاں روحانیت، اخلاقیات اور جدیدیت ساتھ چلیں۔ یہ فکر عصر حاضر کے مسلمانوں کے لیے رہنمائی فراہم کرتی ہے جو جدید دنیا میں جینے کے ساتھ ساتھ اپنی روحانی اقدار کو بھی بچانا چاہتے ہیں۔

مصنف کی نظر انفرادی نہیں بلکہ اجتماعی امت مسلمہ پر ہے۔ وہ روس، چین، ہندوستان اور دیگر ممالک کے مسلمانوں کے استنبول سے تعلق کو بھی بیان کرتے ہیں، جو اس سفر نامے کو بین الاقوامی دائرہ عطا کرتا ہے۔ مصنف نے ترک معاشرے کی سماجی زندگی، عوامی رویوں، تعلیمی نظام، صحافت اور مختلف طبقات کے طرز زندگی کا حقیقت پسندانہ مشاہدہ پیش کیا ہے۔ ان کے بیان سے ترک معاشرے کی تہذیبی اقدار، مذہبی وابستگی اور قومی شعور کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس سفر نامے میں معاشرتی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو اس انداز سے پیش کیا گیا ہے کہ قاری ترکی کے سماجی ڈھانچے کو بہتر طور پر سمجھ سکتا ہے۔ اس سفر نامے کی سب سے بڑی اہمیت یہ ہے کہ یہ خلافت کو صرف ایک سیاسی نظام نہیں بلکہ امت مسلمہ کی وحدت، قیادت اور روحانی مرکزیت کی علامت کے طور پر پیش کرتا ہے۔ ۱۹۰۶ء میں لکھا گیا یہ سفر نامہ خلافت کے زوال کے دور میں امت کے درد اور بیداری کی آواز ہے۔^(۸)

مصنف خلافت کے تین اہم ستونوں (قصر یدریز، انتظامی، باپ عالی، بیورو کریسی، آیا صوفیہ روحانی) کا تجزیہ کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ خلافت ایک ہمہ جہت نظام تھا۔ یہ تحریر قاری کو بتاتی ہے کہ خلافت کی بازیافت امت کی فکری اور سیاسی بقا کے لیے ضروری ہے۔ آج بھی یہ کتاب امت کی وحدت اور مغربی مداخلت کے خلاف ایک فکری حوالہ بن سکتی ہے۔ اس اعتبار سے ”مقام خلافت“ اردو سفر نامہ نگاری میں ایک منفرد مقام رکھتا ہے۔ ”مقام خلافت“ صرف ایک سفر نامہ نہیں، بلکہ تاریخ، سیاست، مذہب اور تہذیب کے سنگم پر لکھا گیا ایک ایسا فکری مرقع ہے جو نہ صرف ترکی کی شناخت کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے بلکہ مسلمانوں کے اجتماعی شعور کو بھی جھنجھوڑنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس کتاب کو پڑھنا گویا ایک گم شدہ تہذیب کی بازگشت سننا ہے، جس میں ہر لفظ ایک یاد، ہر صفحہ ایک سوال اور ہر تصویر ایک تاریخ بن کر قاری کے دل پر دستک دیتی ہے۔ یہ سفر نامہ قاری کو صرف استنبول کی سیر نہیں کرتا بلکہ اسے بیسویں صدی کے آغاز میں عالم اسلام کی سیاسی صورت حال، خلافت کے تصور اور مسلم دنیا کے

اجتماعی شعور سے بھی روشناس کراتا ہے۔ یہی سیاسی آگہی اس تصنیف کو محض ادبی متن کے بجائے ایک اہم فکری اور تاریخی دستاویز بنا دیتی ہے۔

سر شیخ عبدالقادر کا سفر نامہ ”مقام خلافت“ اسلوبی اعتبار سے اردو سفر نامہ نگاری کی اہم اور منفرد تصنیفات میں شمار ہوتا ہے۔ اس کی سب سے نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ مصنف نے محض سفری مشاہدات کے بیان پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان مشاہدات کو فکری، تاریخی اور تہذیبی شعور کے ساتھ پیش کیا ہے۔ مصنف کی زبان میں کہیں غنائیت ہے، کہیں احتجاج کی دھیمی صدا اور کہیں تہذیبی المیے کا نوچہ۔ یہی تنوع ان کی زبان کو فکری اور ادبی سطح پر موثر بناتا ہے۔ مثال کے طور پر، قونیہ میں مولانا روم کے مزار کی زیارت کا ذکر کرتے ہوئے مصنف صرف عمارت کی تفصیل بیان نہیں کرتے بلکہ مولانا کے افکار، ان کی روحانیت اور مسلمانوں کے باہمی فاصلوں پر درد بھرے کلمات رقم کرتے ہیں۔ زبان اس مقام پر شعریت سے قریب تر ہو جاتی ہے۔ ”مقام خلافت“ علامتی اور تمثیلی زبان کا خوب صورت نمونہ ہے۔ ترکی کی گلیاں مسلم تاریخ کا عکس، مسجدیں روحانیت کا مرکز اور بازار جدیدیت و قدامت کے تصادم کا استعارہ بن کر سامنے آتے ہیں۔ مصنف ہر منظر کو ایک وسیع فکری نظام میں رکھ کر پیش کرتے ہیں۔ خلافت کا تصور، نیلی مسجد کی گنبدیں یا رومی کا مزار، یہ سب علامتیں ہیں جن سے قاری کو ماضی کی عظمت اور حال کی زبوں حالی کا احساس ہوتا ہے۔

مصنف نے خارجی مناظر کے ساتھ ساتھ داخلی کیفیات کو بھی خوب صورتی سے پیش کیا ہے۔ جب وہ استنبول کی سڑکوں پر چل رہے ہوتے ہیں تو قاری صرف ان کے ساتھ جگہوں کی سیر نہیں کر رہا بلکہ مصنف کی ذات کے اندر جاری فکری کشمکش کا بھی مشاہدہ کر رہا ہوتا ہے۔ یہی داخلی منظر نگاری اس سفر نامے کو گہرائی عطا کرتی ہے۔ بعض مقامات پر مصنف مکالماتی انداز اختیار کرتے ہیں، گویا قاری سے براہ راست مخاطب ہوں۔ یہ اسلوب نہ صرف بیانیے کو رواں رکھتا ہے بلکہ قاری کو سفر نامے کا حصہ بھی بناتا ہے۔ مصنف کا یہ مکالمہ کبھی سوالیہ ہوتا ہے، کبھی تہذیبی درد کا اظہار اور کبھی تاریخی تنبیہ ان کا اسلوب قاری کو صرف مقامات کی سیر نہیں کراتا بلکہ ان مقامات کی معنویت اور تاریخی پس منظر سے بھی روشناس کراتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ”مقام خلافت“ عام سیاحتی سفر ناموں سے مختلف نظر آتا ہے۔ زبان کے اعتبار سے یہ سفر نامہ شستگی، روانی اور ادبی وقار کا حامل ہے۔ مصنف کی نثر میں فارسی اور عربی الفاظ کا مناسب استعمال پایا جاتا ہے جس سے تحریر میں علمی رنگ پیدا ہوتا ہے۔ تاہم یہ زبان بوجھل نہیں بنتی بلکہ اپنے فکری اور ادبی توازن کی وجہ سے قاری کی دلچسپی برقرار رکھتی ہے۔ ادبی اسلوب محض اظہار کا ذریعہ نہیں بلکہ مصنف کی فکری شخصیت کا آئینہ دار بھی ہوتا ہے۔ ”مقام خلافت“ میں سر شیخ عبدالقادر کی فکری شخصیت ہر صفحے پر

نمایاں دکھائی دیتی ہے۔ اس سفر نامے کی ایک اہم خصوصیت اس کی منظر نگاری ہے۔ مصنف استنبول، آیا صوفیہ، یلدریز محل اور دیگر تاریخی مقامات کا ذکر اس انداز سے کرتے ہیں کہ قاری خود کو ان مقامات کے ماحول میں محسوس کرنے لگتا ہے۔ ان کے بیان میں محض ظاہری منظر نہیں بلکہ اس منظر سے وابستہ تاریخی اور تہذیبی احساس بھی شامل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ منظر نگاری محض تصویری نہیں رہتی بلکہ فکری اور جذباتی تاثر بھی پیدا کرتی ہے۔ علامت نگاری اس سفر نامے کے اسلوب کا ایک اور اہم پہلو ہے۔ مصنف مختلف مقامات اور تاریخی عمارتوں کو علامتی معنویت عطا کرتے ہیں۔ آیا صوفیہ صرف ایک تاریخی عمارت نہیں رہتی بلکہ اسلامی تہذیب اور روحانی ورثے کی علامت بن جاتی ہے، جبکہ استنبول امت مسلمہ کی مرکزیت اور وحدت کا استعارہ بن کر سامنے آتا ہے۔ ڈاکٹر انور سدید کے مطابق اردو سفر نامہ نگاری کی کامیابی اسی وقت ممکن ہوتی ہے جب مشاہدات علامتی اور فکری سطح پر وسعت اختیار کر جائیں۔ ”مقام خلافت“ اس معیار پر پورا اترتا ہے۔ ”مقام خلافت“ میں داخلی اور خارجی منظر نگاری کا حسین امتزاج بھی ملتا ہے۔ خارجی منظر نگاری میں مصنف مقامات، عمارتوں، بازاروں اور سماجی زندگی کا نقشہ کھینچتے ہیں، جبکہ داخلی منظر نگاری میں اپنے احساسات، فکری اضطراب اور ملی درد کو بیان کرتے ہیں۔ اس طرح قاری کو صرف خارجی دنیا ہی نہیں بلکہ مصنف کے باطن میں جاری فکری کشمکش کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ اسلوب کا ایک اہم عنصر جذباتیت اور مقصدیت بھی ہے۔ سر شیخ عبدالقادر خلافت عثمانیہ کو صرف ایک سیاسی ادارے کے طور پر نہیں دیکھتے بلکہ اسے امت مسلمہ کی وحدت اور تہذیبی شناخت کی علامت سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تحریر میں ملی درد، دینی وابستگی اور تہذیبی شعور نمایاں نظر آتا ہے۔ تاہم یہ جذباتیت اعتدال کے دائرے میں رہتی ہے اور تحقیقی انداز پر غالب نہیں آتی۔ مکالماتی انداز بھی اس سفر نامے کی ایک اہم فنی خوبی ہے۔ مختلف شخصیات سے ملاقاتوں اور گفتگوؤں کو شامل کر کے مصنف نے بیانیے میں زندگی اور حرکت پیدا کر دی ہے۔ یہ مکالمے قاری کو حالات و واقعات کے زیادہ قریب لے آتے ہیں اور متن میں یکسانیت پیدا نہیں ہونے دیتے۔^(۹) ”مقام خلافت“ اردو سفر نامہ نگاری میں ایک فکری، ادبی اور تہذیبی سنگ میل ہے۔ یہ محض ترکی کا سفر نامہ نہیں بلکہ ایک نظریاتی پیغام، تاریخی دستاویز اور دینی بیداری کی تحریک ہے۔ ”مقام خلافت“ کا اسلوب فکری گہرائی، علامتی معنویت، مؤثر منظر نگاری، ادبی شائستگی اور تحقیقی انداز کا حسین امتزاج ہے۔ سر شیخ عبدالقادر نے اس کے ذریعے قارئین کو خلافت کی عظمت رفتہ اور امت کی گم شدہ میراث کی طرف متوجہ کیا ہے۔ آج کے دور میں بھی اس کی مطابقت برقرار ہے کیونکہ امت مسلمہ کی وحدت اور روحانی مرکزیت کا سوال اب بھی نہایت اہم ہے۔ فرخ سہیل گوندی، سید اختر جعفری اور دیگر ہم عصر سفر نامہ نگاروں کی تحریریں زیادہ تر جدید ترکی کی سماجی، ثقافتی اور سیاسی جہات پر مرکوز ہیں۔ ان میں ترکی کی رنگینیاں، بازاروں

کی گہما گہمی اور مغربی و مشرقی تہذیبوں کا امتزاج نمایاں ہے۔ ان سفر ناموں میں قاری کو ترکی کی موجودہ شکل سے روشناس کرایا جاتا ہے، ایک ایسا ترکی جو ماضی کی عظمت کا امین تو ہے مگر جدیدیت کی طرف تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ استنبول کا ثقافتی تنوع اس سفر نامے کا اہم پہلو ہے۔ مصنف نے شہر میں مختلف مذاہب اور ثقافتوں کے لوگوں کے درمیان ہم آہنگی کو دکھایا ہے۔ مثال کے طور پر، مساجد، گرجا گھروں اور یہودی عبادت گاہوں کے ساتھ ساتھ مختلف النوع بازاروں کا ذکر کرتے ہوئے شہر کے کثیر الثقافتی پہلو کو نمایاں کیا گیا ہے۔ مصنف نے استنبول کے سیاسی و سماجی خیالات کو بھی اپنے سفر نامے میں جگہ دی ہے۔ مثال کے طور پر، سلطان عبدالحمید دوم کے دور حکومت کے بعض پہلوؤں پر تنقیدی نظر ڈالی گئی ہے، جس سے مصنف کی سیاسی بصیرت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اردو سفر نامہ نگاری کا بنیادی وصف یہی ہے کہ یہ محض سفر کی روزمرہ روداد نہ ہو بلکہ اس میں مصنف کا مشاہدہ، تجربہ، جذبات اور فکر کی آمیزش ہو۔ ایسے سفر نامے جو فکری گہرائی، تہذیبی شعور اور ادبی رنگ لیے ہوں، محض سیاحتی ادب سے آگے بڑھ کر مستقل ادبی سرمایہ بن جاتے ہیں۔ مقامِ خلافت اسی زمرے کی ایک درخشندہ مثال ہے۔

مصنف کا اندازِ تحریر فصاحت، روانی اور جذباتی اثر آفرینی کا خوب صورت امتزاج پیش کرتا ہے۔ جہاں وہ خلافتِ عثمانیہ کی عظمتِ رفتہ بیان کرتے ہیں، وہاں ان کے بیانے میں قصہ گوئی کی لطافت اور مؤرخانہ ٹھہراؤ دونوں نمایاں ہوتے ہیں۔ ان کی نثر اردو کی کلاسیکی خوب صورتی کی آئینہ دار ہے، جہاں فارسی آمیز الفاظ کا حسن اور عربی لہجے کی گہرائی ایک دوسرے میں رچ بس کر فضا کو سحر انگیز بنا دیتی ہے۔ سر شیخ عبدالقادر کی زبان کہیں دینی جوش و جذبے سے معمور ہے، کہیں تحقیق کی سنجیدگی سے آراستہ اور کہیں طنز و مزاح کا لطیف پیرایہ بھی اختیار کر لیتی ہے۔ مصنف کے نزدیک خلافتِ عثمانیہ صرف ایک سیاسی نظام نہیں بلکہ امتِ مسلمہ کی وحدت، تہذیبی مرکزیت اور روحانی تسلسل کی علامت تھی۔ وہ خلافت کے ادارے کو اس زاویے سے دیکھتے ہیں کہ اس نے قرون وسطیٰ سے لے کر بیسویں صدی تک اسلام کی تہذیبی شناخت کو قائم رکھا۔ استنبول میں سلطان احمد مسجد، توپ کا پی محل، آیا صوفیہ اور خلافت سے منسوب دیگر آثار کو مصنف نے صرف ایک تاریخی ورثہ نہیں سمجھا، بلکہ انھیں تہذیبی وراثت کی شکل میں دیکھا۔ ”مقامِ خلافت“ اردو سفر نامہ نگاری کی روایت میں ایک منفرد اور فکری حیثیت رکھتا ہے۔ یہ محض ایک سفر کی کہانی نہیں بلکہ ایک تہذیب کی بازیافت، ایک تاریخ کی بازیابی، اور ایک شعور کی بیداری کا بیان ہے۔ اس کا اسلوب سنجیدہ، علامتی اور فکری ہے؛ اس کی زبان تہذیبی رموز سے مزین ہے اور اس کا پیغام امت کی شناخت کی بازیافت ہے۔ اردو سفر ناموں میں اس کی مثال کم ہی ملتی ہے۔ ”مقامِ خلافت“ کی ایک اور اہم جہت اس میں شامل روحانی مقامات اور شخصیات کا تذکرہ ہے۔ مصنف خانقاہوں، تکیوں، اور اولیائے کرام کے مزارات کی زیارت کو

محض روحانی سکون کا ذریعہ نہیں سمجھتے بلکہ ان مقامات کو اسلام کے عالمی فروغ میں مؤثر عامل قرار دیتے ہیں۔ خاص طور پر حضرت ابو ایوب انصاریؓ ایسے جلیل القدر صحابی کا ذکر اس بات کا مظہر ہے کہ مصنف ان ہستیوں کو اسلام کے سفیروں کی حیثیت سے دیکھتے ہیں، جنہوں نے اپنی زندگیاں اسلام کے پیغام کو سرحدوں سے ماورا پھیلانے کے لیے وقف کر دیں۔ ”مقام خلافت“ ترکی پر لکھے گئے اردو کے دیگر سفر ناموں کے مقابلے میں کئی حوالوں سے مختلف اور ممتاز ہے۔ مصنف کی تشبیہیں بھی نہایت بلیغ ہیں، جو اکثر مذہبی اور تاریخی حوالوں سے جڑی ہوئی ہیں، مثلاً جب وہ کہتا ہے: ”جب یہ ہڈیاں بیونہ خاک ہو جائیں گی، تب اس خاک سے ایک خمیر اٹھے گا“ تو یہ جملہ نہ صرف تجدید امت کی تمنا کا اظہار ہے بلکہ خاکستر میں چھپی چنگاریوں پر یقین کی علامت بھی۔^(۱۰) یہ تمام علامتیں اور تشبیہیں مل کر قاری کو ایک ایسے فکری اور جذباتی سفر پر لے جاتی ہیں جہاں تاریخ، روحانیت اور سیاسی شعور باہم شیر و شکر ہو جاتے ہیں۔ ادبی فن پارے کی عظمت اس کے مقصد سے بھی جانی جاتی ہے۔ یہاں مقصد صرف سفر کی روداد نہیں بلکہ خلافت کے دفاع، اس کی عظمت کی یاد دہانی اور امت کی بیداری ہے۔ اس کا فکری اسلوب، تاریخی آگاہی، روحانی شعور اور سیاسی بصیرت اردو سفر نامہ نگاری کے لیے ایک نیا اور با مقصد زاویہ فراہم کرتا ہے۔ یہ سفر نامہ نہ صرف ایک دور کی گواہی ہے بلکہ ایک تحریک ہے جو امت مسلمہ کو اس کی کھوئی ہوئی میراث کی یاد دلاتی ہے، اسے خوابیدہ شعور سے بیدار کرتی ہے اور خلافت جیسے مقدس ادارے کی معنویت کو زندہ رکھنے کی سعی کرتی ہے۔ یہ سفر نامہ اردو ادب کے طلبہ، محققین اور فکر مند قارئین کے لیے ایک قیمتی ماخذ ہے۔

حوالہ جات:

- (۱) انور سدید، ڈاکٹر، اردو ادب میں سفر نامہ (لاہور، مغربی پاکستان اکیڈمی، ۲۰۱۵ء)، ص ۱۰
- (۲) ایضاً: ص ۸
- (۳) عبدالقادر، سر شیخ، مقام خلافت (دہلی، مخزن پریس، ۱۹۰۶ء)، ص ۴
- (۴) ایضاً: ص ۲ (۵) ایضاً: ص ۴
- (۶) شبلی نعمانی، سفر نامہ روم و مصر و شام (اعظم گڑھ، دارالمصنفین شبلی اکیڈمی، ۲۰۱۳ء)، ص ۲۶
- (۷) عبدالقادر، سر شیخ، مقام خلافت، ص ۱۳
- (۸) ایضاً: ص ۷ (۹) ایضاً: ص ۱۰
- (۱۰) ایضاً: ص ۱۴